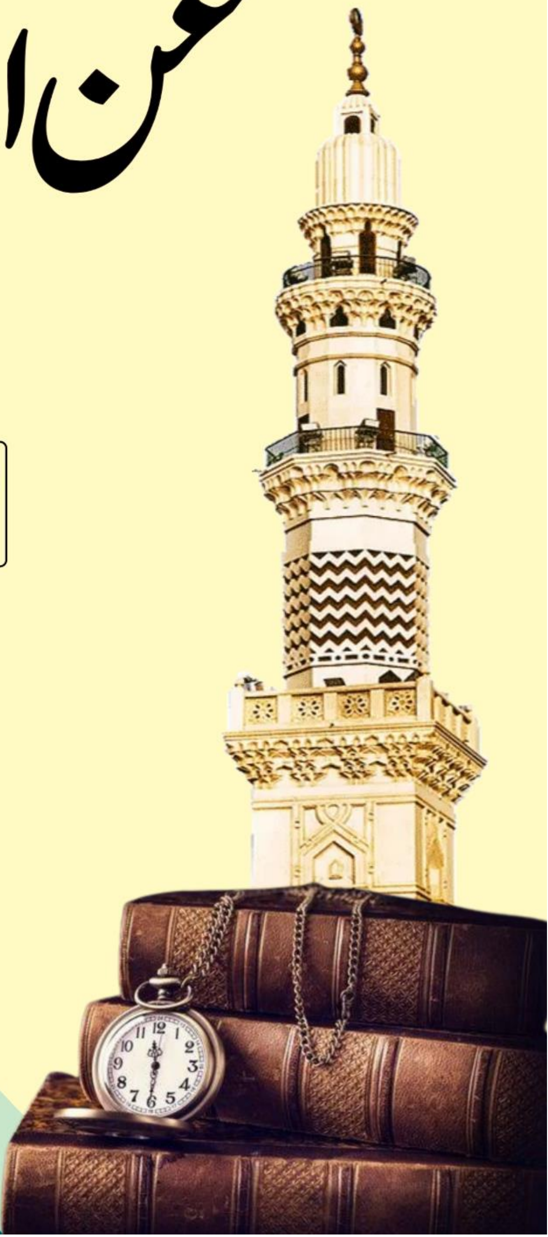


اربعین

عن ابن عمر



مرتب:

مفتی انس نقشبندی

کتاب کا نام	:	اربعین عن ابن عمر
مرتب	:	مفتی انس نقشبندی
کمپوزنگ و نظر ثانی	:	مفتی امیر حمزہ
پیش کش	:	دارالعلوم مصطفائی رضوی فیصل آباد (ٹرسٹ)
سن طباعت	:	۱۴۴۷ھ بمطابق ۲۰۲۶ء
قیمت	:	۱۲۰ روپے

يَلُوحُ الْخَطُّ فِي الْقِرْطَاسِ دَهْراً

وَ كَاتِبُهُ رَمِيمٌ فِي التُّرَابِ

ترجمہ: تحریر کاغذ پر زمانے تک چمکتی رہتی ہے جب کہ اسے لکھنے والا (مر کر) مٹی میں بوسیدہ ہو چکا ہوتا ہے۔

پہلے اسے پڑھیں!

- یہ کتاب اخلاقی تعلیمات پر لکھی گئی ہے۔
- اس میں اخلاقی تعلیمات پر مبنی چالیس احادیث صحیحہ کو نقل کیا گیا ہے جو کہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔
- احادیث مبارکہ کا عربی متن، ترجمہ اور مختصر مگر آسان تشریح ہے۔
- ہر حدیث بحوالہ ذکر کی گئی ہے۔
- یہ کتاب طلبہ، اساتذہ اور عام مسلمانوں کے لیے یکساں مفید ہے۔
- کہیں کہیں عنوانات کی مناسبت سے فقہی مسائل بھی ذکر کیے گئے ہیں۔
- کسی قسم کا کوئی اختلافی مسئلہ بیان نہیں کیا گیا۔
- تعارفِ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ معتبر و مستند مصادر سے لیا گیا ہے۔ اختصار کی وجہ سے حوالہ نہیں لگایا گیا۔
- اگر کسی جگہ غلطی ہو تو اہلِ علم سے اصلاح کی درخواست ہے۔

فہرست

تعارف سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عبد اللہ نام، ابو عبد الرحمٰن کنیت، آبائی نسب، عبد اللہ بن عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن ریاح بن عبد اللہ بن قرط بن رواح بن عدی بن کعب بن لؤی بن غالب القرشی العدوی ہے۔

آپ کا نسب کعب بن لؤی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ سے ملتا ہے۔

آپ کی والدہ کا نام زینب بنتِ مظعون ہے جو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم عثمان بن مظعون کی بہن اور اُمُّ المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی سگی بہن ہیں۔

ولادت:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

آپ بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تھوڑا عرصہ بعد پیدا ہوئے۔ غزوہ احد کے وقت آپ کی عمر چودہ سال تھی، عمر کم ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد میں شرکت کی اجازت نہیں دی۔ اس حساب سے آپ بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے سال پیدا ہوئے۔

قبولِ اسلام:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جب ہوش سنبھالا تو آپ نے اپنے گھر کی در و دیوار کو اسلام کے نور سے منور پایا۔ اپنے والد گرامی جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بچپن میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ آپ ہی سے منقول ہے "جب میں نے اسلام قبول کیا میں چھوٹا بچہ تھا۔"

زہد و تقویٰ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا شمار مہاجرین صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ دنیا سے بے رغبت اور اچھائی کی طرف مائل تھے، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم میں سے ہر ایک کی طرف دنیا مائل ہوئی اور وہ بھی دنیا کی طرف مائل ہوا لیکن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف دنیا مائل ہوئی نہ ہی آپ دنیا کی طرف مائل ہوئے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو جو چیز سب سے زیادہ پیاری ہوتی آپ اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیتے تھے۔ جب یہ بات آپ کے غلاموں کو معلوم ہوئی تو وہ سنور کر مسجد میں سجدہ کی حالت میں رہتے تو آپ اُنہیں دیکھتے ہی آزاد فرما دیتے۔ ساتھوں نے کہا یہ اللہ کی رضا کے لیے نہیں بلکہ آپ کو دھوکہ دینے کے لیے کرتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: جو ہمیں اللہ کے لیے دھوگا دے گا ہم اس سے دھوکا کھاتے رہیں گے۔

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ رضی اللہ عنہ اپنے وصال سے پہلے ہزار یا اس سے زیادہ غلام آزاد کر چکے تھے۔ آپ کبھی سائل کو خالی نہ لوٹاتے، اگر کسی عذر کی وجہ سے عشاء کی نماز میں شریک نہ ہو پاتے تو صرف جماعت رہ جانے سے ساری رات اللہ رب العزت کی عبادت فرماتے۔

خوفِ خدا:

حضرت قاسم بن ابو برزہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے مجھے بیان کیا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سورہ مطففین کی تلاوت فرما رہے تھے، آپ جب اس آیت مبارکہ پر پہنچے:

﴿يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

جس دن سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

تو آپ کی آنکھوں سے آنسوں جاری ہوئے، اتنا روئے کہ آپ زمین پر گر گئے پھر آپ میں تلاوت کی ہمت نہ رہی۔

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب یہ آیت مبارکہ:

﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ﴾

کیا ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد کے لیے۔

تلاوت کرنے لگتے تو رونے لگتے اتنا روتے کے ان کی ہچکیاں بند ہو جاتی۔

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات امتِ مسلمہ کے ایمان کا محو و مرکز ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ تعلق مضبوط ہو جائے تو ایمان بھی کامل و اکمل ہو جاتا ہے کہ دین کہ اصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی جان سے بھی زیادہ محبت فرماتے تھے۔ حضرت سیدنا عبد الرحمٰن بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھا تھا۔ آپ کا پاؤں سُن ہو گیا، میں نے آپ سے کہا جو ہستی آپ کو سب سے زیادہ پیاری ہے اس کا نام لیجیے تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یَا مُحَمَّدَاہُ''۔ حضرت عبد الرحمٰن بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جیسے ہی آپ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا اسی وقت آپ کا پاؤں ٹھیک ہو گیا۔(۱) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ثریا ستارے سے بھی بلند تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری وصال کے بعد

---

۱) اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''ادب المفرد'' میں نقل کیا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسوں جاری ہو جاتے۔

علمِ حدیث میں خدمات:

آپ رضی اللہ عنہ کو حدیث حاصل کرنے کا اتنا شوق تھا کہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر نہ ہوتے تو جو صحابہ اس وقت بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوتے آپ ان کے پاس تشریف لے جاتے ان سے سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین یاد کر لیا کرتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ کے حالات و کیفیات کا سب سے زیادہ علم عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ہے۔

ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساٹھ سال تک افادہ خلق میں مصروف رہے ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عمل بھی پوشیدہ نہیں رہا۔ محمد بن علی راوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ صحابہ کی جماعت میں حدیث بیان کرنے میں سب سے زیادہ محتاط عبد اللہ بن عمر تھے اور آپ حدیث میں ایک لفظ کی بھی تبدیلی برداشت نہیں کرتے تھے۔ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہے کہ ابن عمر کی روایات سب سے زیادہ درست ہوتی ہیں۔

آپ کا شمار زیادہ احادیث روایت کرنے والے صحابہ کرام میں ہوتا ہے آپ سے جملہ مرویات کی تعداد تقریباً ۲۶۳۰ دو ہزار چھ سو تیس ہے۔

وفات:

آپ رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ حق کا ساتھ دیا۔ جب حجاج بن یوسف کے سامنے کلمہ حق کو بلند کیا تو حجاج بن یوسف نے آپ کے پاؤں پر زہر آلود تیر سے زخم لگوایا جس کی وجہ سے آپ کا وصال

ہو گیا۔ آپ کے وصال کے وقت آپ کی عمر تراسی یا چوراسی (۸۴،۸۳) سال تھی۔ آپ کو مکہ مکرمہ میں مہاجرین کے قبرستان دفن کیا گیا۔

مقدمہ

انسانی زندگی میں ہمارے اخلاق ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ معیشت و معاشرت کا بنیادی پہلو اخلاقیات پر مبنی ہے۔ ترقی کا راز صلاحی خوبی کے ساتھ ساتھ ہمارا کردار ہے۔ دینِ اسلام ایسا خوبصورت دین ہے کہ جس نے ہر نوع کے حقوق کی وضاحت کر دی۔ اور بیان کیا کہ جب تک تم فطرتاً اچھے اخلاق و کردار میں ڈھل کر دوسروں کے حقوق کی پاسداری نہیں کرو گے، پستی مقدر رہے گی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جن ممالک میں اخلاقیات کو اول ترجیح حاصل رہی ہے وہاں ترقی و کامرانی پر کبھی زوال نہیں آیا۔ اور جن لوگوں نے کردار کو نہ سنوارا، چہ جائیکہ مسلمان ہیں مگر ذلت ورسوائی کے دامن میں رہے۔

یہ ایک المیہ ہے کہ گھر میں چھوٹا بچہ اگر اچھا کام، بات کرتا ہے تو اب وہ سمجھدار اور بڑا ہو چکا ہے۔ مگر وہی بچہ برا کام یا بات کرے تو یہ کہہ کر اس کی غلطی کو فراموش کر دیا جاتا ہے کہ ابھی یہ بچہ ہے۔ والدین، بڑے بہن بھائی، مالک ہر ایک کی ذمہ داری ہے کہ اپنے ماتحت کی تربیت کا خاص خیال کریں۔ دعاء ہے کہ خالق کائنات میری اس ادنیٰ سی کاوش کے زریعے ہم سب کو رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ مطہرہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ!

ذکرِ الٰہی کی فضیلت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ، وَإِنَّ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللهِ الْقَلْبُ الْقَاسِي۔ (۲)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ذکرِ الٰہی کے سوا کثرتِ کلام سے پرہیز کرو!، اس لیے کہ ذکرِ الٰہی کے سوا کثرتِ کلام دل کو سخت بنا دیتا ہے اور لوگوں میں اللہ (کی رحمت) سے سب سے زیادہ دور سخت دل والا ہو گا۔

تشریح:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے افضل کون سا عمل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرتے دم تک تمہاری زبان ذکرِ الٰہی سے تر رہے۔ لغویات سے خود کو محفوظ رکھا جائے کہ فضول گفتگو کرنا دل کو سخت کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ عبادت کی لذت سے محروم رہتا ہے اور اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور جس قدر اس کا دل سخت ہو گا، لذتِ بندگی سے محروم رہے گا۔

مسئلہ:

نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ افضل بھی ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی صحیحین میں باب الذکر بعد الصلاۃ (نماز کے بعد ذکر کرنے کا بیان) پر ابواب قائم کیے ہیں، اور یہ ثابت کیا ہے کہ نماز کے بعد ذکر کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب اور مسنون ہے۔ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ نقل کی جس میں وہ

---

۲) جامع الترمذی، رقم الحدیث: ۲۴۱۱

فرماتے ہیں: ”حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں فرض نماز کے بعد باآواز بلند ذکر معروف تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (بچپن میں اپنے گھر میں) جب میں اِس ذکر کی آواز سنتا تو جان لیتا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے ہیں۔“

توبہ الی اللہ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ۔ (۳)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے، جب تک اس پر نزع کا عالم طاری نہیں ہوتا۔

تشریح:

اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ﴾ ۴

بیشک اللہ پسند رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو پسند رکھتا ہے۔

گناہ ہو جانا بڑا جرم نہیں بلکہ گناہ پر ڈٹے رہنا بڑا جرم ہے۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ تمام بنی آدم خطاکار ہیں اور سب سے بہترین خطاکار وہ ہے جو خطا کے بعد توبہ کر لے۔

---

۳) جامع الترمذی، رقم الحدیث: ۳۵۳۷

۴) البقرہ، ۲: ۲۲۲

توبہ کرنے والا ایسے ہوتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں اور اللہ رب العزت کو سب سے زیادہ خوشی اس وقت ہوتی ہے جب نوجوان اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہے۔

حدیثِ قدسی کا مفہوم ہے: اے ابن آدم! اگر تیری مجھ سے ملاقات اس حال میں ہو کہ تیرے گناہ پوری زمین کو گھیر لیں، لیکن تو نے شرک کا ارتکاب نہ کیا ہو تو میں تیرے گناہوں کو بخش دوں گا۔ (بشرطیکہ صدقِ دل سے توبہ کرے)۔ توبہ دل کا نور ہے، نفس کی پاکیزگی ہے۔

اسلام کے ارکان

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، وَاِقَامِ الصَّلَاةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَ صَوْمِ رَمَضَانَ۔(۵)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ شریف کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

۵) صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۱۲

تشریح:

اسلام کی مثال خیمہ یا چھت کی ہے اور مذکورہ بالا افعال پانچ ستونوں کی طرح ہیں۔ جو ان میں سے کسی ایک کا انکار کرے گا اس کا اسلام منہدم (ختم) ہو جائے گا۔

توحید ورسالت:

توحید و رسالت اسلام کی اصل ہیں جب تک بندہ ان دونوں پر ایمان نہیں رکھتا اس کا کوئی عمل قابلِ قبول نہیں۔ توحید سے مراد اس بات پہ ایمان رکھنا کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

رسالت سے مراد یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے تمام انبیاء کرام پر ایمان رکھا جائے اس بات پر ایمان کہ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ رب العزت کے آخری رسول ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور ہر اس چیز پر ایمان رکھا جائے جو اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ کو عطاء فرمائی۔

نماز:

توحید و رسالت کے بعد نماز اسلام کا سب سے اہم رکن ہے۔ نماز کو دین کا ستون، مومن کی معراج اور نبی کریم ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کہا گیا۔

مسئلہ:

نماز ہر عاقل، بالغ مسلمان، مرد و عورت پر فرض ہے۔ نماز کی فرضیت کا انکار کرنے والا شخص کافر و مرتد ہے۔

روزہ:

روزہ بدنی عبادت ہے۔ روزہ اللہ رب العزت کی رحمت کا باعث ہے۔ حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ جو بندہ اللہ کی رضا کے لیے ایک روزہ رکھے گا اللہ رب العزت اس کے چہرے کو جہنم سے ستر سال کی مسافت تک دور کر دے گا۔

مسئلہ:

نماز کی طرح رمضان المبارک کا روزہ بھی ہر عاقل، بالغ مسلمان، مرد و عورت پر فرض ہے۔ رمضان المبارک کے روزے کی فرضیت کا انکار کرنے والا شخص کافر و مرتد ہے۔

زکوٰۃ:

زکوٰۃ اس مال کو کہتے ہیں جو صاحب نصاب شخص سال گزرنے کے بعد اپنے مال کا چالیسواں حصہ نکالتا ہے۔

صاحبِ نصاب:

جس آدمی کے پاس ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی، یا مالِ تجارت، یا نقدی، یا ان چاروں اشیاء یا ان میں سے بعض کا مجموعہ سونے یا چاندی کے وزنِ مذکور کی قیمت کے برابر کا مالک ہو تو یہ شخص صاحبِ نصاب کہلائے گا۔

مسئلہ:

اگر شروع سال میں پورا نصاب تھا اور آخر سال میں بھی پورا نصاب رہا درمیان میں کچھ دنوں مال گھٹ کر نصاب سے کم رہ گیا تو یہ کمی کچھ اثر نہیں کرے گی بلکہ اسے پورے مال کی زکوٰۃ دینی پڑے گی۔

جو لوگ اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتے حدیث پاک میں ان کے لیے وعید بیان کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جسے اللہ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ نہیں ادا کی تو قیامت کے دن اس کا مال نہایت زہریلے گنجے سانپ کی شکل اختیار کر لے گا۔ اس کی آنکھوں کے پاس دو سیاہ نقطے ہوں گے۔ جیسے سانپ کے ہوتے ہیں، پھر وہ سانپ اس کے دونوں جبڑوں سے اسے پکڑ لے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال اور خزانہ ہوں۔

حج:

اسلام کا پانچواں رکن حج ہے جو کہ مالی و بدنی عبادت ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ جس نے حج کیا اور حج کے درمیان گناہوں سے محفوظ رہا وہ اس طرح گناہوں سے پاک صاف ہو کر لوٹے گا جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔

مسئلہ:

حج اس عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہوتا ہے جس کے پاس زندگی کی بنیادی ضروریات کے اخراجات، نیز اہل و عیال کے واجبی خرچے پورے کرنے کے بعد اس قدر زائد رقم ہو جس سے حج کے ضروری اخراجات (آمد و رفت اور وہاں کے قیام وطعام وغیرہ) پورے ہو سکتے ہوں۔

بہترین اخلاق

عَنْ عَبْدِاللهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سُئِلَ النَّبِیُّ ﷺ أَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ؟ قَالَ: أَحْسَنُھُمْ خُلُقًا۔[٦]

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا کیا گیا: لوگوں میں بہترین کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔

تشریح:

نبی کریم ﷺ انتہائی خوبصورت اخلاق کے مالک تھے۔ آپ کے اخلاقِ کریمانہ کی وجہ سے لوگ آپ ﷺ کے ارد گرد جمع ہوتے اور آپ ﷺ انہیں دین کا پیغام پہنچاتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب آپ ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ ﷺ کا اخلاق تو قرآن ہی ہے۔

ہمارا معاشرہ روز بروز اخلاقی پستی کی طرف جا رہا ہے۔ ہر روز ہزاروں تقاریر اور تحریرات ہوتی ہیں لیکن پھر بھی معاشرے کی حالت پہلے سے بدتر ہو رہی ہے۔ ہر کوئی یہ سوچتا ہے کہ درسِ اخلاقیات میرے علاوہ سب کے لیے ہے۔ ہمیں چاہیے کہ معاشرے کی بہتری کے لیے اپنا اپنا کردار ادا کریں۔ الحمد اللہ! ہم اُس نبی کے امتی ہیں جنہیں اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنے پیارے نبی ﷺ کے اخلاق مبارکہ پر عمل

---

٦) السلسلۃ الصحیحہ، رقم الحدیث، ١٢

کریں اور دین کی سربلندی کے لیے اپنا کردار ادا کرے اپنے کردار کو درست کرے تاکہ ہمارا معاشرہ بہتر ہو۔

شکوۂ ظلمتِ شب سے تو کہیں بہتر تھا
اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاتے

غیر اللہ کی قسم

عَنِ ابْنِ عُمَرَ،عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: أَلَا مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفُ إِلَّا بِاللهِ،فَكَانَتْ قُرَيْشٌ تَحْلِفُ بِآبَائِهَا،فَقَالَ: لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ۔ (۷)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"ہاں! اگر کسی کو قسم کھانی ہو تو اللہ کے سوا اور کسی کی قسم نہ کھاؤ۔" قریش اپنے باپ دادا کی قسم کھایا کرتے تھے اس لیے آپ ﷺ نے انہیں فرمایا کہ اپنے باپ دادا کے نام کی قسم نہ کھایا کرو۔

تشریح:

زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنے اباواجداد کی قسم کھایا کرتے تھے کہ مجھے میرے باپ کی قسم میرے دادا کی قسم میں یہ کام کروں گا یا نہیں کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے زمانہ جاہلیت کی تمام بیہودہ رسموں کو ختم فرمایا۔ بلکہ آپ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: آج کے بعد زمانہ جاہلیت کی تمام رسمیں میرے قدموں کے نیچے یعنی تمام ختم کر دی گئیں۔ اور قسم اس کے نام کی اٹھائی جاتی جو عزت و شرف والا ہو۔ کفار بھی اپنے اباو اجداد پر فخر و تکبر کرتے

---

۷) صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۳۸۳۶

ہوئے قسم اٹھاتے کے ہم فلاں کی اولاد سے ہیں اور کفار اپنے بتوں کے نام کی بھی قسم اٹھاتے مثلاً لات کے نام کی قسم، عزیٰ کے نام کی قسم۔ نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا: کہ اگر کسی نے قسم اٹھانی ہو تو اپنے اباواجداد کی نہیں بلکہ اللہ رب العزت کے نام کی قسم اٹھائے۔

مسئلہ:

بلاضرورت قسم کھانا پسندیدہ عمل نہیں ہے، اگر کوئی ضرورت یا مجبوری ہو، تو صرف اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے نام کی ہی قسم اٹھانا جائز ہے، غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں ہے، احادیثِ مبارکہ میں غیر اللہ کی قسم اٹھانے سے منع کیا گیا ہے، اگر کوئی شخص غیر اللہ کی قسم اٹھالے تو وہ قسم درست ہی نہیں ہوتی اور ایسی قسم توڑنے کی صورت میں کوئی کفارہ بھی لازم نہیں ہوتا، تاہم غیر اللہ کی قسم کھانے پر توبہ و استغفار کرنی چاہیے۔ البتہ قرآنِ کریم کلامِ الٰہی ہے، اور اللہ کا کلام اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے؛ اس لیے "قرآن کی قسم" کے الفاظ سے قسم منعقد ہو جائے گی۔ اور اس کے توڑنے پر کفارہ بھی لازم آئے گا۔

کوئی نیکی حقیر نہیں

أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: اِنطَلَقَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَتَّى أَوَوُا الْمَبِيتَ إِلَى غَارٍ فَدَخَلُوهُ، فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ، فَقَالُوا: إِنَّهُ لَا يُنْجِيكُمْ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ إِلَّا أَنْ تَدْعُوا اللهَ بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: اَللّٰهُمَّ كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، وَكُنْتُ لَا أَغْبِقُ قَبْلَهُمَا أَهْلًا وَلَا مَالًا، فَنَأَى بِي فِي طَلَبِ شَيْءٍ يَوْمًا، فَلَمْ أُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتَّى نَامَا، فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوقَهُمَا فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَيْنِ، وَكَرِهْتُ أَنْ أَغْبِقَ قَبْلَهُمَا أَهْلًا أَوْ مَالًا، فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلَى يَدَيَّ أَنْتَظِرُ اسْتِيقَاظَهُمَا حَتَّى بَرَقَ الْفَجْرُ، فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوقَهُمَا، اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَفَرِّجْ عَنَّا مَا

نَحْنُ فِيهِ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ ، فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَقَالَ الْآخَرُ: اَللّٰهُمَّ كَانَتْ لِي بِنْتُ عَمٍّ كَانَتْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ، فَأَرَدْتُهَا عَنْ نَفْسِهَا، فَامْتَنَعَتْ مِنِّي حَتَّى أَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِنَ السِّنِينَ، فَجَاءَتْنِي فَأَعْطَيْتُهَا عِشْرِينَ وَمِائَةَ دِينَارٍ، عَلَى أَنْ تُخَلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِهَا، فَفَعَلَتْ حَتَّى إِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا ، قَالَتْ : لَا أُحِلُّ لَكَ أَنْ تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ ، فَتَحَرَّجْتُ مِنَ الْوُقُوعِ عَلَيْهَا فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِيَ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِي أَعْطَيْتُهَا، اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ مِنْهَا، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَقَالَ الثَّالِثُ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي اسْتَأْجَرْتُ أُجَرَاءَ فَأَعْطَيْتُهُمْ أَجْرَهُمْ غَيْرَ رَجُلٍ وَاحِدٍ تَرَكَ الَّذِي لَهُ وَذَهَبَ فَثَمَّرْتُ أَجْرَهُ حَتَّى كَثُرَتْ مِنْهُ الْأَمْوَالُ، فَجَاءَنِي بَعْدَ حِينٍ، فَقَالَ : يَا عَبْدَ اللهِ ، أَدِّ إِلَيَّ أَجْرِي ، فَقُلْتُ لَهُ : كُلُّ مَا تَرَى مِنْ أَجْرِكَ مِنَ الْإِبِلِ ، وَالْبَقَرِ ، وَالْغَنَمِ ، وَالرَّقِيقِ ، فَقَالَ : يَا عَبْدَ اللهِ ، لَا تَسْتَهْزِئُ بِي ، فَقُلْتُ : إِنِّي لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ فَأَخَذَهُ كُلَّهُ ، فَاسْتَاقَهُ فَلَمْ يَتْرُكْ مِنْهُ شَيْئًا ، اللَّهُمَّ فَإِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ ، فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ ، فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ ، فَخَرَجُوا يَمْشُونَ۔ (۸)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلی امت کے تین آدمی کہیں سفر میں جا رہے تھے ۔ رات ہونے پر رات گزارنے کے لیے انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی ، اور اس میں اندر داخل ہو گئے ۔ اتنے میں پہاڑ سے ایک چٹان گری اور اس نے غار کا منہ بند کر دیا۔ سب نے کہا کہ اب اس غار

۸) صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۲۲۷۲

سے تمہیں کوئی چیز نکالنے والی نہیں، سوا اس کے کہ تم سب، اپنے سب سے زیادہ اچھے عمل کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ اس پر ان میں سے ایک شخص نے اپنی دعا شروع کی کہ اے اللہ! میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے اور میں روزانہ ان سے پہلے گھر میں کسی کو بھی دودھ نہیں پلاتا تھا، نہ اپنے بال بچوں کو، اور نہ اپنے غلام وغیرہ کو۔ ایک دن مجھے ایک چیز کی تلاش میں رات ہو گئی اور جب میں گھر واپس ہوا تو وہ (میرے ماں باپ) سو چکے تھے۔ پھر میں نے ان کے لیے شام کا دودھ نکالا۔ جب ان کے پاس لایا تو وہ سوئے ہوئے تھے۔ مجھے یہ بات ہرگز اچھی معلوم نہیں ہوئی کہ ان سے پہلے اپنے بال بچوں یا اپنے کسی غلام کو دودھ پلاؤں، اس لیے میں ان کے سرہانے کھڑا رہا۔ دودھ کا پیالہ میرے ہاتھ میں تھا۔ اور میں ان کے جاگنے کا انتظار کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اب میرے ماں باپ جاگے اور انہوں نے اپنا شام کا دودھ اس وقت پیا، اے اللہ! اگر میں نے یہ کام محض تیری رضا حاصل کرنے کے لیے کیا تھا تو اس چٹان کی آفت کو ہم سے ہٹا دے۔ اس دعا کے نتیجہ میں وہ غار تھوڑا سا کھل گیا۔ مگر نکلنا اب بھی ممکن نہ تھا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر دوسرے نے دعا کی، اے اللہ! میرے چچا کی ایک لڑکی تھی۔ جو سب سے زیادہ مجھے محبوب تھی، میں نے اس کے ساتھ برا کام کرنا چاہا، لیکن اس نے نہ مانا۔ اسی زمانہ میں ایک سال قحط پڑا۔ تو وہ میرے پاس آئی۔ میں نے اسے ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ خلوت میں مجھ سے برا کام کرائے۔ چنانچہ وہ راضی ہو گئی۔ اب میں اس پر قابو پا چکا تھا۔ لیکن اس نے کہا کہ تمہارے لیے میں جائز نہیں کرتی کہ اس مہر کو تم حق کے بغیر توڑو۔ یہ سن کر میں اپنے برے ارادے سے باز آ گیا۔ اور وہاں سے چلا آیا۔ حالانکہ وہ مجھے سب سے بڑھ کر محبوب تھی۔ اور میں نے اپنا دیا ہوا سونا بھی واپس نہیں لیا۔ اے اللہ! اگر یہ کام میں نے صرف تیری رضا کے لیے کیا تھا تو ہماری اس مصیبت کو دور کر

دے۔ چنانچہ چٹان ذرا سی اور کھسکی، لیکن اب بھی اس سے باہر نہیں نکلا جا سکتا تھا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا اور تیسرے شخص نے دعا کی۔ اے اللہ! میں نے چند مزدور کئے تھے۔ پھر سب کو ان کی مزدوری پوری دے دی، مگر ایک مزدور ایسا نکلا کہ وہ اپنی مزدوری ہی چھوڑ گیا۔ میں نے اس کی مزدوری کو کاروبار میں لگا دیا۔ اور بہت کچھ نفع حاصل ہو گیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد وہی مزدور میرے پاس آیا اور کہنے لگا اللہ کے بندے! مجھے میری مزدوری دے دے، میں نے کہا، یہ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے۔ اونٹ، گائے، بکری اور غلام، یہ سب تمہاری مزدوری ہی ہے۔ وہ کہنے لگا، اللہ کے بندے! مجھ سے مذاق نہ کر۔ میں نے کہا میں مذاق نہیں کرتا، چنانچہ اس شخص نے سب کچھ لیا اور اپنے ساتھ لے گیا۔ ایک چیز بھی اس میں سے باقی نہیں چھوڑی۔ تو اے اللہ! اگر میں نے یہ سب کچھ تیری رضامندی حاصل کرنے کے لیے کیا تھا تو ہماری اس مصیبت کو دور کر دے۔ چنانچہ وہ چٹان ہٹ گئی، اور وہ سب باہر نکل کر چلے گئے۔

تشریح:

مذکورہ حدیث پاک میں تین طرح کے لوگوں کا ذکر ہے پہلا وہ جو ماں باپ کا تابعدار ہے خدا نے اس کے اس مبارک عمل سے مشکل کو دور کیا۔ دوسرا کہ جس نے خوفِ خدا سے گناہ کو ترک کیا۔ اللہ رب العزت نے اس کے اس عمل کے صدقے رکاوٹ کو دور کیا۔ تیسرا وہ شخص جس نے اپنے دینی بھائی کا خیال کیا۔ خدا کے دیے سے اسے بھی دیا۔ اللہ رب العزت نے اس کی اس نیکی کے صدقے پریشانی کو ختم کیا۔ یاد رہے کہ کوئی بھی نیکی حقیر نہیں ہوتی بشرطیکہ وہ اللہ رب العزت کی رضا کی خاطر ہو۔ ان تینوں نے خدا کے لیے نیک عمل کیے تو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے ان کی اس نیکی کا صلہ دنیا میں بھی انہیں عطا فرما دیا۔

خیر خواہی کا اجر

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، قَالَ: اَلْعَبْدُ إِذَا نَصَحَ سَيِّدَهُ وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ، كَانَ لَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ۔ (۹)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: غلام جو اپنے آقا کا خیر خواہ بھی ہو اور اپنے رب کی عبادت بھی اچھی طرح کرتا ہو تو اسے دوگنا ثواب ملتا ہے۔

تشریح:

انسان کو دنیا میں رہتے محنت و مزدوری کرنی ہوتی ہے تا کہ وہ رزق حلال کما سکے اور جب کسی کے پاس کام کرتا ہے تو اس پر دو طرح کی ذمہ داری ہوتی ہے پہلی ذمہ داری فرائض وواجبات کی ادائیگی۔ دوسری یہ کہ جس جگہ کام کر رہا ہے اس کا کام بھی ایمان داری سے مکمل کرنا یہ اس کے لیے دگنی ذمہ داری ہوتی ہے اگر دونوں کام خوب ذمہ داری سے پورے کرے تو اسے دُگنا اجر دیا جائے گا۔

---

۹) السلسلۃ الصحیحہ، رقم الحدیث: ۳۶۸۴

بدنی ومالی پاکیزگی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قَالَ: لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُورٍ وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُولٍ۔ (۱۰)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز بغیر وضو کے قبول نہیں کی جاتی اور نہ صدقہ حرام مال سے قبول کیا جاتا ہے۔

تشریح:

نماز کے لیے اللہ رب العزت نے طہارت کو شرط قرار دیا ہے اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَ أَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَ أَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ۔﴾ (۱۱)

اے ایمان والو! جب تم نماز کی طرف کھڑے ہونے لگو تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھولو اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھولو۔

---

۱۰) جامع الترمذی، رقم الحدیث: ۴۷۴۹

۱۱) المائدہ، ۶:۵

طہارت (وضوء) نماز کے لیے شرط ہے۔ اگر کوئی جان بوجھ کے وضوء کے بغیر نماز اداء کرتا ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ دوسرا یہ کہ مال حرام سے صدقہ نہیں ہوتا۔ کسی کا مال لوٹ کر، چوری کر کے اس سے صدقہ کرنا حرام ہے یہ صدقہ قبول نہیں ہو گا اس لیے کے یہ مال اس کا اپنا نہیں ہے۔ کسی کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کر رہا ہے۔

مسئلہ:

علماء کرام فرماتے ہیں کہ اگر حرام کے مال سے صدقہ کر کے ثواب کی امید رکھی تو دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا، کیونکہ اس نے حرام کام پر ثواب کی امید کی، اور یہ کفر ہے۔

مومن کی صفات

عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوعًا: اَلْمُؤْمِنُونَ هَيِّنُونَ لَيِّنُونَ؛ مِثْلَ الْجَمَلِ الْأَلِفِ الَّذِیْ إِنْ قِيْدَ انْقَادَ وَإِنْ سِيْقَ انْسَاقَ، وَإِنْ أَنَخْتَهُ عَلَى صَخْرَةٍ اِسْتَنَاخَ۔[12]

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً[13] مروی ہے کہ: مومنین، باوقار سنجیدہ اور نرم خو ہوتے ہیں، اُس مانوس اونٹ کی طرح جسے روکا جائے تو رک جائے، چلایا جائے تو چل پڑے اور اگر تم اسے کسی چٹان پر بٹھاؤ تو بیٹھ جائے۔

---

۱۲) السلسلۃ الصحیحہ، رقم الحدیث: ۲۵۶۸

۱۳) حدیثِ مرفوع: ایسی حدیث جس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جائے، خواہ وہ آپ کا قول ہو، فعل ہو، صفت یا تقریر (خاموشی سے اجازت دینا) ہو۔

تشریح:

مومن کی شان یہ ہونی چاہیے کہ اطاعت کے لیے اپنی ذات کو اللہ تعالی کے سپرد کردے اور رضائے الٰہی جدھر لے چلے اُدھر چلنے میں گریز نہ کرے، جس طرح اونٹ اپنی تواضع اور انکساری کی وجہ سے ہر کسی کے ہاتھ میں اطاعت شعار ہوتا ہے، اسی طرح مومن کو بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کا ہر حال میں پابند ہونا چاہیے۔

حسن سلوک، صلہ رحمی اور پردہ پوشی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُهُ وَلَا یُسْلِمُهُ مَنْ كَانَ فِیْ حَاجَةِ اَخِیْهِ كَانَ اللّٰہُ فِیْ حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰہُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ (۱۴)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے ظالم کے حوالے کرے۔ جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے گا تو اللہ جل جلالہ اس کی حاجت پوری فرمائے گا اور جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی ایک مصیبت کو دُور کیا تو اللہ جل جلالہ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت دُور فرمائے گا اور جس نے کسی مسلمان کی دنیا میں پردہ پوشی کی تو اللہ جل جلالہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

---

۱۴) صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۶۵۷۸

تشریح:

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا دینی بھائی ہے جس طرح حقیقی بھائی میں محبت پیار ہوتا اسی طرح تمام مسلمانوں میں پیار، محبت ہونا چاہیے۔ مذکورہ روایت میں ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر لازم حقوق کو بیان کیا گیا ہے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر ظلم نہ کرے، اسے کسی قسم کی تکلیف نہ دے، جس سے مسلمان بھائی کا نقصان ہو اور نہ ہی اسے کسی ظالم کے حوالے کرے جس سے اس کے مال اور جان کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو۔ آگے حدیث میں کتنا پیارا وعدہ کیا گیا ہے جو بندہ کسی مشکل وقت میں اپنے بھائی کا ساتھ دے گا اسے کوئی حاجت ہو مسلمان بھائی اس کی حاجت پوری کرے اللہ جل جلالہ اس کی حاجت پوری کرے گا جب اپنے مسلمان بھائی کو کسی مصیبت میں دیکھے اس کی مصیبت کو دور کرے اللہ رب العزت اس کی مصیبت کو دور کرے گا۔ اگر کوئی مسلمان گناہ کرتا ہے مسلمان بھائی کو اس کے گناہ کا پتا چل جائے تو اسے چاہیے کہ اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرے، اللہ رب العزت قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا لیکن اگر کوئی ایسا ہو جس کی عادات پوشیدہ رکھنے میں نقصان کا خدشہ ہو کہ وہ مسلمانوں کو دھوکہ دیتا ہو، ستاتا ہو، تو ایسے شخص کی ان عادتوں سے لوگوں کو باخبر کیا جاسکتا ہے۔

اپنے والد کے ملنے والوں سے نیکی کرنا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ ،عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ:اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ اَنْ یَّصِلَ الرَّجُلُ اَھْلَ وُدِّ اَبِیْہِ۔ (۱۵)

ترجمہ:

حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کا اپنے والد کے تعلق کو جوڑے رکھنا سب سے بہترین نیکی ہے۔

تشریح:

والد فوت ہو جائے یا موجود نہ ہو، سفر وغیرہ پر ہو تو اس کی عدم موجودگی میں اس کے دوستوں اور ملنے والوں سے حسنِ سلوک والد کے ساتھ ہی حسنِ سلوک کرنے کے مترادف ہے اور غائبانہ سلوک کرنا تو اعلیٰ درجے کی نیکی ہے۔

کھانے کے آداب

عَنِ ابْنِ عُمَرَ یَقُوْلُ:نَھَی النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :أَنْ یَقْرُنَ الرَّجُلُ بَیْنَ التَّمْرَتَیْنِ جَمِیعًا حَتَّی یَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَہُ۔ (۱٦)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص اپنے ساتھیوں کی اجازت کے بغیر (دستر خوان پر) دو دو کھجور ایک ساتھ ملا کر کھائے۔

---

۱۵) ادب المفرد للبخاری، رقم الحدیث:۴۱

۱٦) صحیح البخاری، رقم الحدیث:۲۴۸۹

تشریح:

نبی کریم ﷺ نے مل کر کھانا کھانے کے ادب کو بیان فرمایا ہے۔ جب کچھ لوگ مل کر کھانا کھا رہے ہوں تو چاہیے کہ چیزیں ملا کر نہ کھائے اس نیت سے کہ زیادہ کھائے گا۔ بلکہ باقیوں کا بھی خیال رکھے۔ حدیث میں جو ممانعت بیان کی گئی وہ اس وقت ہے جب کھانا مشترکہ ہو یا کسی کے گھر دعوت ہو۔ اگر کھانا اپنا ہے تو جس طرح مرضی چاہے کھانا کھا سکتا ہے۔

بغیر بلائے دعوت میں جانا

قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ دُعِیَ فَلَمْ یُجِبْ فَقَدْ عَصَی اللهَ وَرَسُولَهُ، وَمَنْ دَخَلَ عَلَی غَیْرِ دَعْوَةٍ دَخَلَ سَارِقًا وَخَرَجَ مُغِیرًا۔ (۱۷)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جسے دعوت دی گئی اور اس نے اسے قبول نہ کیا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، اور جو شخص بن بلائے کسی دعوت میں جا پہنچا، تو وہ ان میں چور بن کر داخل ہوا اور لٹیرا بن کر نکلا۔

تشریح:

دعوت قبول کرنا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ حدیث میں ہے جب کوئی تمہیں دعوت دے تو اس کی دعوت کو قبول کرو اور ولیمہ کی دعوت قبول کرنا تاکیداً واجب ہے۔

بن بلائے کسی کے ہاں دعوت پر جانا بھی جائز نہیں، ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ کی دعوت کی جب وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ساتھ ایک صحابی نے چلنا شروع کر دیا تو

---

۱۷) سنن ابی داود، رقم الحدیث: ۳۷۴۱

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کرنے والے سے فرمایا اگر تم اجازت دو تو یہ آ جائے گا نہیں تو واپس چلا جائے گا، اس صحابی نے اجازت دے دی۔

مسئلہ:

اگر معلوم ہو کہ میزبان کو بُرا محسوس نہیں ہو گا تو ایسے میں کسی کو ساتھ لے جانے کی گنجائش تو ہے مگر پھر بھی مستحسن یہی ہے کہ فقط خود ہی جائے۔

دائیں ہاتھ سے کھانا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَأْكُلْ بِيَمِينِهِ وَإِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ۔ (۱۸)

ترجمہ:

حضرتِ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب پیے تو اپنے دائیں ہاتھ سے پیے۔

تشریح:

اسلام میں اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ جب بھی خیر کا کام شروع کرو تو دائیں جانب سے ابتدا کرو۔ دائیں جانب سے ابتدا کرنے میں برکت ہے۔ دائیں ہاتھ سے کھانا اور پینا سنت ہے جبکہ اس کے برعکس بائیں ہاتھ سے کھانے اور پینے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کا عمل قرار دیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی میں ہمارے لیے برکت ہے۔

---

۱۸) مشکوۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۵۱۶۲

سائنس کی جدید تحقیق کے مطابق جب انسان دائیں ہاتھ سے کھانا کھاتا ہے تو اس کے دائیں ہاتھ سے ایسی شعاعیں نکلتی ہیں جو اس کے لیے فائدہ مند ہیں اور بائیں ہاتھ سے ایسی شعاعیں نکلتی ہیں جو انسان کے لیے نقصان دہ ہیں۔

مسئلہ:

اگر کھانے کے لیے تو دائیں ہاتھ استعمال کرے اور بائیں ہاتھ کو معاونت کے لیے استعمال کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ذکر کی ہے جس میں ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے روٹی کے اوپر کھجور بائیں ہاتھ سے رکھی۔

پسندیدہ نام

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِنَّ أَحَبَّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللهِ عَبْدُ اللهِ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ۔ (۱۹)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہیں۔

تشریح:

دنیا میں آنے کے بعد والدین کی طرف سے سب سے پہلا تحفہ بچے کو نام کا ملتا ہے جو اس کی شخصیت کی پہچان ہے اور یہ صرف دنیا میں ہی نہیں بلکہ اسے اس نام کے ساتھ آخرت میں بھی پکارا جائے گا اس لیے والدین کو چاہیے کے اپنی اولاد کا نام اچھا رکھے۔

---

۱۹) سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۴۹۴۹

نبی کریم ﷺ جب کسی کو عامل بنا کر بھیجتے تو اس سے اس کا نام پوچھے اگر اس کا نام اچھا ہوتا تو حضور ﷺ کے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہوتے اور اگر اس کا نام اچھا نہ ہوتا تو حضور ﷺ کے چہرے پر ناپسندیدگی ظاہر ہو جاتی۔ بہت سے ایسے اصحاب ہیں جن کا نام نبی کریم ﷺ نے خود تبدیل فرما کر "عبداللہ" رکھا۔

سچے خواب کی حقیقت

عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ خَمْسَةٍ وَعِشْرِيْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ۔ [20]

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سچا خواب نبوت کا پچیسواں حصہ ہے۔

تشریح:

اللہ تعالیٰ نے نیک خواب و مبشرات کو مسلمانوں کی ہدایت کا ایک ذریعہ و سبب بنایا ہے، اللہ رب العزت نے اپنے نیک و مقرب بندوں پر نبی کریم ﷺ کے امتیوں کی ہدایت کے لیے خوابوں اور بشارات کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ پہلے ہدایت انبیاء پر وحی کی صورت میں فرشتے لاتے تھے، اللہ کا وہ کلام کامل و اکمل اور قطعی و حتمی ہدایت ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کے بعد وحی کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا۔ لیکن نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق اب خوابوں اور بشارات کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

---

۲۰) السلسلۃ الصحیحہ، رقم الحدیث: ۱۰۴۵

صحیح بخاری شریف کی حدیث پاک میں ہے: "اچھا خواب اللہ پاک کی طرف سے ہوتا ہے جب تم میں سے کوئی پسندیدہ خواب دیکھے تو اس کا ذکر صرف اسی سے کرے جو اس سے محبت رکھتا ہو اور اگر کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اسے چاہیے کہ اس کے شر سے اور شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے اور تین مرتبہ تھوک دے اور اس خواب کو کسی سے بیان نہ کرے تو وہ کوئی نقصان نہ دے گا۔"

مسئلہ:

برا خواب دیکھنے کی صورت میں اس خواب کا ذکر کسی سے نہ کیا جائے اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگی جائے اور اپنی بائیں جانب تین بار تھتکار دیا جائے اور بہتر یہ ہے کہ وضو کرکے دو رکعت نفل ادا کر لئے جائیں۔

سچے تاجر کی فضیلت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: اَلتَّاجِرُ الْأَمِينُ الصَّدُوقُ الْمُسْلِمُ مَعَ (النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَ) الشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (۲۱)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سچ بولنے والا، امانت دار مسلمان تاجر قیامت کے دن (انبیاء، صدیقین اور) شہداء کے ساتھ ہوگا۔

۲۱) السلسلۃ الصحیحہ: رقم الحدیث: ۳۴۵۳

تشریح:

منافع حاصل کرنے کے لیے مال کی خرید و فروخت کرنا "تجارت" کہلاتا ہے۔ اسلام میں تجارت کی بہت فضلیت بیان کی گئی ہے بذاتِ خود رسالتِ مآب ﷺ بھی تاجر رہے۔ اسلام کی تبلیغ میں تجارت کا اہم کردار ہے۔ جہاں صحابہ کرام تجارت کے لیے جاتے وہاں دین کی تبلیغ فرماتے، اس طرح اسلام دنیا کے ہر کونے میں پھیل گیا۔ رزق حلال حاصل کرنے کے ذرائع میں سے تجارت اہم ذریعہ ہے، جو تاجر اسلام کے قانون کے مطابق تجارت کرئے گا وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہو گا۔ مال میں برکت پائے گا۔ لوگ اس پر اعتبار کریں گے اور اس سے مال خریدیں گے اور قیامت والے دن جنت میں وہ انبیاء و شہداء کے ساتھ ہو گا۔

مسئلہ:

واضح رہے کہ اتنا علم کا سیکھنا ہر مومن کے ذمہ فرضِ عین ہے کہ جس سے اسے اللہ کی پہچان ہو، اسی طرح اتنا علم سیکھنا ہر مومن کے ذمہ فرضِ عین ہے جو اس کو حرام، حلال کی تمیز کرادے، اور یہ علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے جس سے اُسے پاکی ناپاکی کا ادراک ہو جائے۔ اسی طرح وہ شخص جس شعبہ میں کام کر رہا ہے یا جس شعبہ کا آدمی ہے، اُس شعبہ سے متعلق اُسے ضروری اسلامی تعلیمات کا علم ہو۔ تاجر ہے تو چاہیے کہ تجارت کے کم از کم بنیادی مسائل سے آگاہی حاصل کرے۔

جماعت سے نماز پڑھنے کی فضیلت

عَنِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً۔ (۲۲)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باجماعت نماز تنہا شخص کی نماز سے ستائیس درجے افضل ہے۔

تشریح:

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾ (۲۳)

اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

مذکورہ بالا آیت میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی ترغیب بھی ہے اور احادیث میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے کثیر فضائل بیان کئے گئے ہیں۔

مسئلہ:

یاد رہے کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا واجب ہے۔

جو جان بوجھ کر جماعت چھوڑے گا وہ گناہگار ہو گا۔ ہمارے استاذ، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا محمد یوسف نقشبندی (دامت برکاتھم العالیہ) نے کلاس میں ایک طالب علم

---

۲۲) صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۶۴۵

۲۳) البقرہ، ۲: ۴۳

سے پوچھا: نماز پڑھی ؟، عرض کی پڑھی ہے لیکن جماعت سے نہیں۔ آپ نے خوبصورت مثال دے کر سمجھایا کہ دیکھو اگر میں تمہیں کہوں کہ اگر تم تھوڑی دیر پہلے آؤ گے تو تمہیں ۲۷ روپے ملیں گے اور اگر بعد میں آئے تو ایک روپیہ ملے گا، بتاؤ تم پہلے آؤ گے یا بعد ؟ عرض کی میں پہلے آؤں گا۔ آپ نے فرمایا: رب کی رضا یہ ہے کہ تم جماعت سے نماز پڑھو !، میں تمہیں تمہاری نمازوں کا (کامل) ثواب عطا فرماؤں گا۔ لہٰذا کچھ دیر پہلے جا کر جماعت سے نماز ادا کیا کرو اور ستائیس (۲۷) درجے زیادہ ثواب حاصل کرو!

صف ملانے کی فضیلت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَقِيمُوا الصُّفُوفَ وَحَاذُوْا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ وَسُدُّوا الْخَلَلَ وَلِينُوْا بِأَيْدِى إِخْوَانِكُمْ وَلَا تَذَرُوْا فَرَجٰتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللهُ وَمَنْ قَطَعَهُ قَطَعَهُ اللهُ۔ (۲۴)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: صفیں سیدھی کرو اور اپنے کندھوں کے درمیان مقابلہ رکھو، کشادگیاں بند کرو، اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم رہو، شیطان کے لیے کشادگیاں نہ چھوڑو اور جو صف کو ملائے اللہ اسے ملائے اور جو صف کو توڑے اللہ اسے توڑے۔

---

۲۴) ریاض الصالحین، رقم الحدیث: ۱۰۹۱، بحوالہ: سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ٦٦٦

تشریح:

نماز اللہ رب العزت کی عبادت ہے اسے ادا کرنے کا طریقہ نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا ہے یہ کامل طور پر اس وقت ادا ہو گی جب نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ کے عین مطابق ادا کی جائے۔ مذکورہ بالا حدیث میں صف کو ملانے کا ذکر ہے۔ صفوں کی درستگی کا آپ ﷺ خود باقاعدہ اہتمام فرماتے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ صفیں اس طرح درست فرماتے جیسے تیر سیدھا ہوتا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو صف کو ملائے اللہ اسے ملائے جو صف کو توڑے اللہ اسے توڑے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر صف ملی ہوئی ہو اللہ تمہارے درمیان محبت پیدا فرمائے گا اور اگر نماز کی صفیں توڑو گے تو اللہ تمہیں آپس میں توڑ دے گا۔ تمہارے درمیان نفرت پیدا ہو جائیں گی، تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ نمازوں میں خشوع و خضوع باقی نہیں رہے گا۔ علماء کرام فرماتے ہیں، اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ﴾ (نماز قائم کرو!) اس سے مراد نماز صحیح پڑھنا اور نماز صحیح میں صف کا سیدھا کرنا بھی داخل ہے کہ اس کے بغیر نماز ناقص ہوتی ہے۔

مسئلہ:

واضح رہے کہ جس طرح احادیث میں کندھوں اور ٹخنوں کے ملانے کا ذکر ہے، اسی طرح گھٹنوں کے ملانے کا بھی ذکر ہے اور جماعت کی نماز میں اگر بتکلف کندھوں اور ٹخنوں کو ملا بھی لیا جائے تو بھی گھٹنوں کو ملا کر صف میں کھڑا ہونا تقریباً محال ہے، اسی طرح بہت زیادہ پیر کھول کر ٹخنے سے ٹخنے ملانے کی صورت میں کاندھے ملانا بھی تقریباً ناممکن ہے، جس سے

معلوم ہوتا ہے کہ ایسی احادیث میں کندھوں، ٹخنوں اور گھٹنوں کے ملانے سے مراد ”محاذاۃ“ یعنی ان کو ایک سیدھ میں رکھنا ہے۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ صف سیدھی کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ٹخنے اور ایڑھیاں پیچھے سے برابر کرکے کھڑے ہوجائیں، صف سیدھی ہوجائے گی، ایڑھیاں برابر کرنے سے ٹخنے خود ہی تقریباً برابر ہوجائیں گے اور اس کے ساتھ مونڈھا مونڈھے (کندھے) کی سیدھ میں رکھیں۔

جانوروں کے حقوق

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: دَخَلَتْ اِمْرَأَةٌ النَّارَ فِيْ هِرَّةٍ رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَأْكُلُ مِنْ خُشَاشِ الْاَرْضِ۔ (۲۵)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک عورت بلی کے معاملہ میں جہنم میں داخل ہوئی۔ اُس نے ایک بلی کو باندھ رکھا تھا، خود اس کو کچھ کھلایا نہ اس کو چھوڑا کہ وہ حشرات الارض (کیڑے، مکوڑوں) کو کھاتی۔

تشریح:

جس طرح ہم پر انسانوں کے حقوق کی پاسداری کرنا لازم ہے اسی طرح ہم پر جانوروں کے حقوق کی پاسداری بھی لازم ہے۔ جانوروں کو بلا وجہ تکلیف پہنچانا حرام ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ آپ

---

۲۵) صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۲۳۶۵

ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے تو ہم نے چڑیا دیکھی جس کے دو بچے تھے۔ ہم نے چڑیا کے بچوں کو پکڑ لیا۔ چڑیا آئی اور پھڑ پھڑانے لگی۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو پوچھا کس نے اس کے بچوں کو پکڑا اور (ہمیں) حکم دیا کے اس کے بچے لوٹا دو۔

مسئلہ:

پرندوں اور جانوروں کو کسی فائدہ مثلاً کھانے یا پالنے یا جانور کے ضرر سے بچنے کے لئے شکار کرنا جائز ہے، تاہم مذکورہ غرض کے علاوہ بے مقصد محض شوق کے لئے شکار کرنا جائز نہیں ہے، حدیث شریف میں بے مقصد شکار کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

تم سب نگران ہو

عَنِ ابْنِ عُمَرَ،عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْأَمِيرُ رَاعٍ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔ [۲۶]

ترجمہ:

حضرتِ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم سب نگران ہو اور تم میں ہر ایک سے اُس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہو گا، امیر نگران ہے، مرد اپنے گھر والوں پر نگران ہے اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اُس کی اولاد پر نگران ہے اور تم سب نگران ہو اور تم سے تمہارے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

۲۶) صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۲۴۰۹

تشریح:

ہر مسلمان نگران ہے کہ کل قیامت والے دن اس سے ان کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ایک حاکم سے اس کی رعایا،شوہر سے اس کی بیوی،بیوی سے شوہر کی عزت،مالک سے اس کے غلام کے بارے میں پوچھا جائے گا۔چاہیے کہ وہ اپنے ماتحتوں کا خیال کریں۔خاص کر حاکم کہ اس کے تحت پوری رعایا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وصال کے کچھ سال بعد خواب میں دیکھا گیا کہ آپ اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کر رہے ہیں۔پوچھا گیا: کہاں سے تشریف لارہے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج حکومت کا حساب دے کے فارغ ہوا ہوں۔

دنیا مسافر خانہ ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: اَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بِمَنْكِبِی فَقَالَ: كُنْ فِی الدُّنْیَا كَاَنَّكَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیلٍ۔ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ یَقُوْلُ: اِذَا اَمْسَیْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ، وَمِنْ حَیَاتِكَ لِمَوْتِكَ۔ (۲۷)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا پکڑ کر ارشاد فرمایا: ”دنیا میں اس طرح رہو گویا تم مسافر یا راستہ طے کرنے والے ہو۔“

---

۲۷)ریاض الصالحین، رقم الحدیث: ۵۷۴

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ "جب شام ہو جائے تو صبح کا اور صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کرو اور اپنی صحت میں سے کچھ اپنی بیماری کے لیے اور اپنی زندگی میں سے کچھ اپنی موت کے لیے لے لو۔"

تشریح:

دنیا مسافر خانہ ہے دنیا فانی ہے۔ یہاں کوئی بھی ہمیشہ کے لیے رہنا نہیں آیا جو آیا ہے اس نے جانا ہے۔

اللہ رب العزت نے دنیا کی عیش و عشرت کے بارے میں فرمایا:

﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ (۲۸)

اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

اس سے معلوم ہوا دنیا کی زندگی کتنی عیش و عشرت اور آسائش سے مزین کیوں نہ ہو یہ صرف دھوکا ہے اور اس میں ہمیشہ نہیں رہنا۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ دنیا میں اس طرح رہو جس طرح مسافر رہتا ہے کہ جس طرح مسافر سفر کی حالت میں اتنا ہی زادراہ رکھتا ہے جتنی اسے ضرورت ہو باقی اپنے گھر چھوڑ کے آتا ہے اسی طرح دنیا میں زیادہ مال و دولت کی لالچ نہ کرو۔

توکُّل کرنے کی ترغیب:

ہر مسلمان کو اللہ جل جلالہ کی ذات پر توکل کرنا چاہئے اور اپنے تمام اُمور میں اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے: اگر تم اللہ جل جلالہ پر اس طرح توکل

---

۲۸) آل عمران، ۳:۱۸۵

کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تمہیں اس طرح رزق دیا جائے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے، وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر آتے ہیں۔

رخصت پر عمل

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى رُخَصُهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ تُؤْتَى مَعْصِيَتُهُ۔ (۲۹)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کی عطا کردہ رخصت پر عمل کیا جائے، جس طرح وہ اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ اس کی نافرمانی کا ارتکاب کیا جائے۔

تشریح:

رخصت اس حکم کو کہتے ہیں جو کسی راجح معارض کی وجہ سے دلیل شرعی کے خلاف ثابت ہو۔ جیسے مریض کا اپنے مرض کی وجہ سے پانی ہونے کے باوجود تیمم کرنا۔

اللہ رب العزت کا یہ احسان ہے کہ اس نے شریعت کے بہت سے مسائل میں نرمی و رخصت کا پہلو رکھا۔ اور انسان کو وہی کرنے کا حکم دیا جس کی اس میں طاقت ہے۔ ایک شخص کھڑے ہو کر نماز ادا نہیں کر سکتا تو بیٹھ کر ادا کرے، بیٹھ نہیں سکتا تو لیٹ کر ادا کرے، لیٹ نہیں سکتا تو آنکھوں کے اشارے سے نماز ادا کرے۔

---

۲۹) صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۲۷۴۲

شریعتِ محمد ﷺ نہ تو جنابِ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی طرح زیادہ سخت ہے اور نہ ہی جنابِ عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی طرح بہت نرم۔ اسی لیے سب سے بہترین شریعت رسول اکرم ﷺ کی شریعت ہے۔ جس میں رخصت و عزیمت دونوں پہلو رکھے گئے۔

مجمع الزوائد کی روایت کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے خدا کی دی ہوئی رخصت کو قبول نہ کیا اسے عرفہ پہاڑ جتنا گناہ ملتا ہے۔

مسئلہ:

بسا اوقات رخصت پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے جیسے حالتِ سفر میں چار رکعات کی بجائے دو رکعت نماز پڑھنا لازم ہے۔ ایسا نہیں کہ چاہے دو پڑھ لے چاہے چار۔ بلکہ چار رکعات والی نماز دو رکعت ہی پڑھی جائے گی۔

تکبر کی مذمت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِی ﷺ قَالَ: مَنْ تَعَظَّمَ فِی نَفْسِهِ أَوِ اخْتَالَ فِی مِشْيَتِهِ، لَقِیَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ۔ [۳۰]

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے خود کو بڑا سمجھا اور اکڑ کر چلا، وہ اللہ کو اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر سخت غضبناک (ناراض) ہو گا۔

---

۳۰) السلسلۃ الصحیحہ، رقم الحدیث: ۵۴۳

تشریح:

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ﴾ (۳۱)

بے شک وہ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا۔

خود کو دوسروں سے اَعلیٰ سمجھنا اور انہیں حقیر جاننا "تکبر" کہلاتا ہے۔ سب سے پہلا جو گناہ ہوا وہ تکبر ہی کی وجہ سے ہوا تھا۔ اسی کی وجہ سے برسوں کی عبادت رد کر دی گئی اور ابلیس کو ہمیشہ کے لیے مردود قرار دے دیا گیا۔ وہ جو کبھی جنت کا خزانچی تھا، اللہ رب العزت کا انعام یافتہ تھا، اِس تکبر کی وجہ سے اللہ رب العزت نے اسے ملعون قرار دیا۔

حدیثِ قدسی کا مفہوم ہے کہ تکبر میری چادر ہے۔ جو تکبر کرے گا، میں پاش پاش ٹکرے ٹکرے کر دوں گا۔ تکبر کرنے والے کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت والے دن بھی اللہ رب العزت کے غضب کا سامنا کرے گا۔ تکبر کرنے والے کا کوئی عمل بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔

حکایت:

بنی اسرائیل کا ایک بہت گنہگار شخص ایک مرتبہ بہت بڑے عبادت گزار کے پاس سے گزرا جس کے سر پر بادل نے سایہ کیا ہوا تھا۔ اس گنہگار شخص نے اپنے دل میں سوچا میں بہت بڑا گنہگار اور یہ بہت بڑا عبادت گزار ہے اگر میں اس کے پاس بیٹھوں تو ہو سکتا ہے کہ رب مجھ پر اپنی رحمت کے درازے کھول دے۔ یہ سوچ کر وہ عبادت گزار کے پاس بیٹھ گیا۔ جب عابد نے

---

۳۱) النحل، ۱۶:۲۳

دیکھا کہ یہ گنہگار میرے ساتھ بیٹھا ہے تو اس نے دل میں کہا؛ کہاں مجھ جیسا عبادت گزار اور کہاں یہ پرلے درجے کا گنہگار، یہ میرے پاس کیسے بیٹھ سکتا ہے۔ چنانچہ اس عبادت گزار نے اسے اپنے پاس سے اٹھا دیا۔ اللہ رب العزت نے اس زمانے کے نبی علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ ان دونوں کو باخبر کرو، کہ اپنے اپنے اعمال نئے سرے سے شروع کریں۔ عابد کے سبھی اعمال تکبر کی وجہ سے ضائع ہو گئے اور گنہگار کے تمام گناہ مٹا دیے گئے۔

ناحق قتل کرنے کی مذمت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لَنْ يَّزَالَ الْمُؤْمِنُ فِيْ فُسْحَةٍ مِنْ دِيْنِهِ مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا۔ (۳۲)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد نے فرمایا: مومن ہمیشہ اپنے دین کی وُسعت اور کشادگی میں رہتا ہے جب تک کہ وہ ناحق قتل نہ کرے۔

تشریح:

اسلام امن و سلامتی اور محبت کا دین ہے۔ کسی کو بلاوجہ ذرا سی تکلیف دینا بھی گناہ ہے تو ناحق قتل کرنا تو کجا۔ اس قبیح عمل پر قرآن و حدیث میں وعید وارد ہوئی ہے۔ حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ اگر تمام روئے زمین کے اور آسمان کے لوگ کسی ایک مسلمان کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے گا، اور جس

---

۳۲) صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۶۸۶۲

شخص نے کسی مسلمان کے قتل میں آدھے کلمے سے بھی اعانت کی وہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس حالت میں آئے گا کہ اس کی پیشانی میں لکھا ہوا ہو گا کہ: "یہ شخص اللہ کی رحمت سے محروم ہے۔"

ناحق کسی کو قتل کرنے والا دنیا میں بھی ذلیل ورسوا ہو گا اور آخرت میں بھی اللہ رب العزت کی ناراضگی کا سامنا کرے گا۔

قتل کا کفارہ:

مقتول کی دیت سو اونٹ یا دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار یا اس کے برابر قیمت ہے، اور دیت کی ادائیگی قاتل کی عاقلہ پر لازم ہوتی ہے، اور دیت میں حاصل شدہ مال مقتول کے ورثہ میں شرعی اعتبار سے تقسیم ہو گا۔ جو وارث اپنا حصہ معاف کر دے گا اس قدر معاف ہو جائے گا اور اگر سب نے معاف کر دیا تو سب معاف ہو جائے گا۔

کفارے میں مسلسل ساٹھ روزے رکھنا قاتل پر لازم ہو گا، کفارہ کے روزے میں اگر مرض کی وجہ سے تسلسل باقی نہ رہے تو از سر نو رکھنے پڑیں گے، ہاں! عورت کے حیض کی وجہ سے تسلسل ختم نہیں ہو گا، یعنی اگر کسی عورت سے قتل ہو گیا۔ اور وہ ساٹھ (٦٠) روزے کفارہ میں رکھ رہی ہے تو ساٹھ (٦٠) روزے رکھنے کے دوران ماہ واری کے آنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا وہ ماہ واری سے فراغت کے بعد ساٹھ (٦٠) روزوں کو جاری رکھے گی۔

خلاصہ یہ کہ دیت تو ورثاء کے معاف کرنے سے معاف ہو جائے گی؛ کیوں کہ دیت اور قصاص میں ورثاء کا حق بھی ہے۔ دیت یا قصاص لازم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے نفاذ کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، لیکن ورثہ کے حق کا لحاظ رکھتے ہوئے، اگر وہ بدلہ چاہیں تو کوئی طاقت انہیں اس حق سے محروم نہیں کر سکتی، اور اگر وہ معاف کرنا چاہیں تو مجرم سے دنیا

میں بدلہ نہیں لیا جائے گا۔ باقی قتل یا کوئی عضو تلف کرنا اگر ارادے سے ہو تو اس پر جو گناہ لازم ہو گا وہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہو گا۔

جہاں تک کفارے کے روزے رکھنے کا حکم ہے تو وہ بہر حال لازم ہوں گے؛ کیوں کہ کفارہ ورثہ کے حق کے طور پر لازم نہیں ہوتا کہ ان کے معاف کرنے سے معاف ہو۔

اسلامی حدود کا نفاذ:

شرعی اعتبار سے اسلامی حدود کا نفاذ اسلامی ریاست میں ہوتا ہے اوران حدود کا نفاذ بھی اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

پاکستان آئین کے اعتبار سے ایک اسلامی ریاست ہے ، اگرچہ اسلامی حدود کا نفاذ پاکستان میں نہیں ہے، لیکن اگر کوئی شخص پاکستان کی ریاست میں موجبِ حد کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو شرعی اعتبار سے ریاستِ پاکستان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس شخص کو دستورِ شریعت کے مطابق سزا دے، لیکن ان سزاؤں کے نفاذ کی ذمہ داری شرعی اعتبار سے ریاست کی ذمہ داری ہے، جس کو نافذ نہ کرنے کی صورت میں ریاست ہی گناہ گار ہو گی۔ عوام یا رعایا میں سے شرعی اعتبار سے کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ شرعی سزاؤں کا نفاذ ماورائے عدالت از خود کرنے لگے۔

ظلم کی مذمت

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ،عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم قَالَ: اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (۳۳)

ترجمہ:

حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے۔

تشریح:

شریعت میں کسی کا حق مارنا کسی کو بغیر قصور کے سزا دینا "ظلم" کہلاتا ہے۔ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں سامنے آئے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے ظالم کے حوالے کرتا ہے۔" لیکن کچھ لوگ طاقت کے نشہ میں ہوتے ہیں اور لوگوں پر ظلم کرنے کو اپنے لیے باعث فخر سمجھتے ہیں ایسوں کے بارے میں سخت وعید آئی ہے کہ جو مومن کسی مومن پر ظلم کرے گا قیامت والے دن اللہ رب العزت اس سے ضرور بدلہ لے گا۔

منافق کی نشانیاں

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ إِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔ (۳۴)

---

۳۳) صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۲۴۴۷

۳۴) مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۲۰۶

ترجمہ:

حضرتِ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس میں چار عیوب ہوں وہ نرا منافق ہے اور جس میں ایک عیب ہو ان میں سے اس میں منافقت کا عیب ہو گا جب تک کہ اُسے چھوڑ نہ دے، جب امانت دی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف کرے، جب لڑے تو گالیاں بکے۔

تشریح:

منافق دو طرح کے ہوتے ہیں عقائد کا منافق دوسرا اعمال کا منافق۔ منافق اعتقادی کے بارے میں اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (۳۵)

بیشک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں۔

جو مسلمانوں سے ملیں تو ظاہر کریں جیسے وہ مسلمان ہیں اور کافروں سے ملیں تو ان کے ساتھ ہو جائیں۔ ایسے لوگ دوزخ کے سب سے نیچے درجے میں ہوں گے۔ ان کی وجہ سے اسلام کو سب سے زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔

مذکورہ حدیث میں خیانت سے مراد صرف مال میں خیانت نہیں ہے بلکہ جب اسے کوئی راز کی بات بتائے وہ آگے لوگوں کو بتائے یہ بھی امانت میں خیانت ہے۔ جب بات کرے گا جھوٹ بولے گا، کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ فقط ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتے ہیں ان کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو بندہ کسی کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے

---

۳۵) النساء، ۴:۱۴۵

وہ دوزخ میں اتنی گہرائی میں ہو گا جتنا زمین اور آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔جب وعدہ کرے گا وعدہ خلافی کرے گا، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے وعدہ خلافی کی اس کا کوئی دین نہیں۔جب وہ لڑے گا، گالی دے گا، یہ تمام چیزیں ہمارے معاشرے بہت عام ہوتی جارہی ہیں ان سب بری عادتوں سے ہمیں بچنا چاہیے۔

زمین پر ناجائز قبضہ کرنا

عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَنْ أَخَذَ شَيْئًا مِنَ الأَرْضِ بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى سَبْعِ أَرَضِينَ۔[۳۶]

ترجمہ:

حضرت سالم اپنے والد (عبد اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں) کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی کی تھوڑی سی زمین پر ناجائز قبضہ کیا تو قیامت کے دن اسے سات زمینوں تک دھنسایا جائے گا۔

تشریح:

ہمارے معاشرے میں زمین پر ناحق قبضہ کرنے کے واقعات بہت عام ہیں۔لوگ دن رات محنت کر کے اپنے لیے زمین خریدتے ہیں پھر انہیں یہ فکر نہیں سونے دیتی کہ کہیں ہماری زمین پر قبضہ نہ ہو جائے۔اگر ان کی زمین پر قبضہ ہو جائے تو اپنا حق لینے کے لیے ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں اور زمین والے کو اس کا حق ملتا ہی نہیں۔

---

۳۶) صحیح البخاری، رقم الحدیث:۳۱۹۶

ایسے ظالموں کو چاہیے کہ وہ حدیث مبارکہ سے عبرت حاصل کریں۔ اگر وہ دنیا میں بچ بھی گئے تو آخرت میں ذلت ان کا مقدر بن جائے گی۔ قیامت والے دن انہیں زمینوں کے اندر دھنسایا جائے گا، بعض احادیث میں ہے کہ پہلے اسے کہا جائے گا زمین کو کھودو، پھر اسی زمین کا طوق پہنایا جائے گا یہاں تک کہ لوگ حساب و کتاب سے فارغ ہو جائیں گے۔

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو زمین پر ناجائز قبضہ کرتا ہے، اللہ قہار و جبار کے غضب سے ڈرے، من دو من نہیں ذرا بیس پچیس سیر (کلو) مٹی کے ڈھیلے گلے میں باندھ کر گھڑی دو گھڑی لئے پھرے، اس وقت قیاس کرے کہ اس ظلم شدید سے باز آنا آسان ہے یا زمین کے ساتوں طبقوں تک کھود کر قیامت کے دن تمام جہاں کا حساب پورا ہونے تک گلے میں معاذ اللہ یہ کروڑوں من کا طوق پڑنا اور ساتویں زمین تک دھنسا دیا جانا۔

اجازت کے بغیر کسی کی چیز استعمال کرنا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى أَنْ تُحْلَبَ مَوَاشِي النَّاسِ إِلَّا بِإِذْنِهِمْ۔ (۳۷)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی اجازت کے بغیر ان کے جانوروں کا دودھ دوہ کر اپنے استعمال میں لانے سے منع فرمایا ہے۔

---

۳۷) مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۴۴۷۱

تشریح:

کسی کی اجازت کے بغیر اس کی کوئی چیز استعمال کرنا ناجائز ہے جب معلوم ہو کہ اس پہ ناگوار گزرے گا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر مال، خون، عزت حرام ہے۔ کہ مسلمان اس کے مال کو اس کی اجازت کے بغیر نہ استعمال کرے۔

البتہ اگر معلوم ہو کہ بغیر اجازت استعمال کرنے سے اُسے بُرا محسوس نہیں ہو گا تو جائز ہے کہ بغیر اجازت کے استعمال کر لے مگر اجازت لے لینا مستحسن ہے۔

فال لینے کی مذمت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَصَلُّوا۔ (۳۸)

ترجمہ:

حضرتِ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں (آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا): سورج اور چاند میں گرہن کسی کی موت و زندگی سے نہیں لگتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، اس لیے جب تم یہ دیکھو تو نماز پڑھو۔

تشریح:

سورج اور چاند یہ دونوں اللہ رب العزت کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اللہ رب العزت جب چاہے ان دونوں کی روشنی ماند کر دے۔ اس میں سورج اور چاند کی عبادت کرنے

۳۸) صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۱۰۴۲

والوں کے لیے نصیحت ہے کہ جس سورج اور چاند کی تم عبادت کرتے ہو، جس سے روشنی پاتے ہو اگر وہ خود بے نور ہو جائیں تو کیا کرو گے۔

چاند گرہن اور سورج گرہن کی نماز:

چاند گرہن کو "خسوف" کہتے ہیں، اور چاند گرہن کے وقت دو رکعت نماز دیگر نوافل کی طرح انفراداً پڑھنا مسنون ہے، اس میں جماعت مسنون نہیں ہے، اس کا طریقہ عام نوافل کی طرح ہے، کسی بھی اعتبار سے فرق نہیں، سوائے اس کے کہ نیت "صلاۃ الخسوف" کی ہو گی۔ اور سورج گرہن کو "کسوف" کہتے ہیں، سورج گرہن کے وقت بھی دو رکعت نماز پڑھنا مسنون ہے، ہاں اگر تنہا پڑھ رہا ہو تو دو سے زیادہ بھی (چار، چھ) جتنی چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔

بھیک مانگنے کی مذمت

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم: مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتّٰى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُضْغَةُ لَحْمٍ۔ (۳۹)

ترجمہ:

حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی ہمیشہ لوگوں سے بھیک مانگتا رہے گا یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ اس حالت میں آئے گا کہ اس کے منہ پر گوشت کی بوٹی نہ ہو گی۔ یعنی نہایت بے آبرو ہو کر آئے گا۔

---

۳۹) صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۱۴۷۴

تشریح:

انسانی بقا کی بہت سی ضروریات ہیں، ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اسلام نے رزق حلال کمانے کا حکم دیا ہے اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے منع کیا ہے۔ ہمارے معاشرے میں بہت سے لوگ ایسے پائے جاتے ہیں جو بالکل تندرست ہوتے ہوئے بھی محنت نہیں کرتے بلکے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلا تے رہتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں حدیث پاک میں وعید آئی ہے کہ جب وہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو وہ دوزخ کا انگارہ مانگ رہا ہوتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہیں سے گزر رہے تھے۔ کچھ لوگوں کو بیٹھا ہوا دیکھا تو پوچھا تم کون ہو؟ کہنے لگے ہم متوکلین (یقین رکھنے والے) ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم متوکلین نہیں ہو تم تو لوگوں کے محتاج ہو کہ کوئی آئے اور تمہیں کھانے کو دے جائے۔ متوکل تو وہ ہے جو دانہ زمین میں رکھے پھر رب پر توکل (بھروسہ) کرے۔ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے کہ انسان محنت کرے کہ محنت کرنے والا رب کا حبیب ہے اس کے لیے دنیا و آخرت میں عزتیں ہیں۔

قبضہ سے پہلے فروخت کرنے کی ممانعت

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا، فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ۔[40]

ترجمہ:

حضرتِ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص کسی قسم کا غلہ (سامان) خریدے تو جب تک اس پر پوری طرح قبضہ نہ کرلے، اسے آگے نہ بیچے۔

تشریح:

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ﴾[41]

اور اللہ نے حلال کی بیع (تجارت)۔

اللہ رب العزت نے تجارت کو حلال کیا ہے اور تجارت کے قوانین کو بیان فرمایا کہ ان حدود میں رہتے ہوئے تجارت کرنی ہے۔

مسئلہ:

شریعت مبارکہ کا قانون ہے کہ خریدنے کے بعد جس چیز کو فروخت کرنا ہو تو پہلے خرید کر خود یا اپنے وکیل کے ذریعے اس پر حقیقی یا حکمی قبضہ کرلے پھر فروخت کرے۔

---

۴۰) صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۲۱۶۲

۴۱) البقرہ، ۲: ۲۷۵

اگر خریدنے سے پہلے ہی آگے بیچ دیا تو بیع ناجائز و باطل ہو گی۔

وعدہ خلافی کی مذمت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُولُ: لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ یُنْصَبُ لِغَدْرَتِہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ (۴۲)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ہر عہد شکن کے لیے قیامت والے دن جھنڈا ہو گا جو اس کی عہد شکنی کی وجہ سے گاڑ دیا جائے گا۔

تشریح:

کسی سے وعدہ کرتے وقت دل میں یہ نیت ہو میں یہ کام نہیں کروں گا، مثلاً کسی سے وعدہ کر رہا ہے کہ میں فلاں دن تم سے ملوں گا یا فلاں دن تمہارا اُدھار دے دوں گا لیکن دل میں یہ نیت ہو میں نہیں آؤں گا یا میں اس کا ادھار نہیں دوں گا یہ "وعدہ خلافی" کہلاتا ہے۔ جسے اسلام نے واضح طور پر حرام قرار دیا ہے اور عہد شکنی کرنے والے کی مذمت بیان کی ہے۔

وعدہ خلافی کرنے سے معاشرے میں عزت باقی نہیں رہتی۔ کوئی بھی اس کی بات پر اعتماد نہیں کرتا اور آخرت میں بھی ذلیل و رسوا ہو گا کہ اس کی پشت میں جھنڈا گاڑ دیا جائے گا، دور سے دیکھنے والے کو پتہ چل جائے گا یہ وعدہ خلافی کرتا تھا۔

---

۴۲) صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۳۱۸۸

حضرت اسماعیل علیہ السلام وعدہ کے بہت پکے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کرتے ہوئے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾[۴۳]

بیشک وہ وعدے کے سچے تھے۔

نبی کریم ﷺ سے کسی نے کوئی چیز خریدی اس کی کچھ قیمت باقی رہ گئی تھی اس شخص نے وعدہ کیا آپ ٹھہرے میں باقی قیمت لا کر دیتا ہوں وہ بھول گیا اور تین دن کے بعد آیا نبی کریم ﷺ وہی تشریف فرما تھے آپ ﷺ نے فرمایا: اے نوجوان تم نے مجھے تکلیف دی، میں تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔

تنہا سفر کرنے کی کراہت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَوْ اَنَّ النَّاسَ يَعْلَمُوْنَ مِنَ الْوَحْدَةِ مَا اَعْلَمُ، مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهُ۔[۴۴]

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر لوگ تنہا سفر کرنے کے نقصانات کے بارے میں وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو کوئی سوار رات کو تنہا سفر نہ کرتا۔

---

۴۳) مریم، ۱۹: ۵۴

۴۴) السلسلۃ الصحیحہ، رقم الحدیث: ۲۱۲۴

تشریح:

تنہا سفر کرنے کے چند نقصانات ہیں، کہ اگر سفر میں اکیلا ہو گا تو نماز باجماعت سے رہ جائے گا، اکیلا انسان خوف محسوس کرتا ہے اور اگر بیمار ہو جائے تو کوئی اس کا خیال کرنے والا کوئی نہیں ہو گا اس کی ضروریات پوری نہیں ہو گی اور اگر سفر میں موت واقع ہو گئی تو کوئی اس کی تجہیز و تکفین کرنے والا نہیں ہو گا اور گھر کوئی خبر کرنے والا نہیں ہو گا۔ رات کو تنہا سفر کرنے سے اس لیے منع فرمایا کہ عرب میں کہاوت مشہور ہے "رات اپنے دامن میں بہت سی مصیبتوں کو لیے ہوئے ہے۔" رات میں شر زیادہ ہوتا ہے کہ چور اور ڈاکوؤں کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے اور شیاطین بھی آزاد ہوتے ہیں۔ اس لیے رات کو تنہا سفر کرنے سے منع کیا گیا ہے لیکن یاد رہے اُس زمانہ میں راستے محفوظ نہیں تھے۔ آج کل اتنی سہولیات ہیں کہ اگر کوئی اکیلا سفر کرنا چاہے تو اسے کوئی خاص پریشانی نہیں ہو گی اور اگر اسے معلوم ہے میرا راستہ محفوظ ہے تو اسے اکیلا سفر کرنے کی اجازت ہے۔ کراہت فقط تنزیہی ہے۔

مسئلہ:

اگر عورت کا اپنے شہر یا علاقہ سے باہر سفر کا ارادہ ہو اور اڑتالیس میل (سوا ستتر کلومیٹر) یا اس سے زیادہ مسافت کا سفر ہو تو جب تک مردوں میں سے اپنا کوئی محرم یا شوہر ساتھ نہ ہو اس وقت تک عورت کے لیے شرعاً سفر کرنا جائز نہیں ہے۔

حدیث شریف میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔ البتہ سفر شرعی سے کم مسافت کے سفر میں اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو اکیلے سفر کی گنجائش ہے۔ عمومی احوال میں بھی احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اڑتالیس میل سے کم یا شہر کے اندر بھی بالکل تنہا سفر نہ کرے۔

تصویر بنانے کی مذمت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمُصَوِّرُونَ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيُقَالُ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ۔ (۴۵)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مصوروں (تصویر بنانے والوں) کو قیامت کے دن عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ جنہیں تم نے بنایا تھا ان میں روح بھی پھونکو اور انہیں زندگی بھی دو۔

تشریح:

اسلام میں کسی بھی جان دار کی کسی بھی قسم کی تصویر بلا ضرورتِ شدیدہ بنانے کی اجازت نہیں ہے، اور اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی احادیث میں اس سے منع فرمایا ہے۔ اور ایک مسلمان اور سچے امتی کے لیے یہ وجہ کافی ہے۔ موجودہ دور میں کچھ لوگ تصویر کا پرنٹ نکال کا اس پر پھول نچھاور کرتے ہیں اس طرح بت پرستی کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔

مسئلہ:

کچھ لوگ اپنے پیر، شیخ یا اپنے والدین کی تصویر کو گھر کی دیواراوں پر حصولِ برکت کے لیے لگاتے ہیں، یہ بھی ناجائز و حرام ہے۔

---

۴۵) مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۴۴۷۵

شوقیہ کتا رکھنے کی مذمت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنَّهُ قَالَ: مَنِ اتَّخَذَ أَوْ قَالَ اقْتَنَى كَلْبًا لَيْسَ بِضَارٍ وَلَا كَلْبَ مَاشِيَةٍ نَقَصَ مِنْ أَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطَانِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ وَكَلْبَ حَرْثٍ فَقَالَ أَنَّى لِأَبِي هُرَيْرَةَ حَرْثٌ۔ (۴۶)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ایسا کتا رکھے جو حفاظت کے لئے بھی نہ ہو اور نہ ہی شکاری کتا ہو تو اس کے ثواب میں روزانہ ایک قیراط کمی ہوتی رہے گی، ان سے کسی نے عرض کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو کھیت کی حفاظت کرنے والے کتے کا بھی ذکر کرتے ہیں؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنا کھیت ہے۔ (اس لئے وہ اس استثناء کو خوب اچھی طرح یاد رکھ سکتے ہیں۔)

تشریح:

اسلام میں شوقیہ کتا پالنے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ جس گھر میں کتا ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ کتا رکھنے والے کے نامہ اعمال میں سے روزانہ ایک قیراط اجر کم کر دیا جاتا ہے بعض احادیث میں دو قیراط کا ذکر ہیں اور ایک قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے۔ ضرورت کی بنا پر کتا پالنے کی اجازت ہے مثلاً: گھر میں حفاظت کے لیے، کھیت کی حفاظت کے لیے وغیرہ۔

---

۴۶) مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۴۴۷۹

مسئلہ:

اگر کسی شخص کے کپڑوں پر کتے کا جسم لگ جائے تو دیکھا جائے گا کہ کتے کا جسم خشک تھا یا گیلا، اگر کتے کا جسم خشک تھا تو کپڑا ناپاک نہیں ہو گا اور اس کپڑے کو پہننے کی حالت میں وہ شخص جس چادر پر بیٹھے گا وہ چادر بھی ناپاک نہیں ہو گی، لیکن اگر کتے کا جسم (اس کے لعاب یا پسینے سے) گیلا تھا تو کپڑے پر لگنے سے کپڑا ناپاک ہو جائے گا۔

جھوٹی حدیث بیان کرنے کی مذمت

عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ: قَالَ إِنَّ الَّذِي يَكْذِبُ عَلَيَّ يُبْنَى لَهُ بَيْتٌ فِي النَّارِ۔ (۴۷)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھتا (بولتا) ہے اس کے لئے جہنم میں ایک گھر تعمیر کیا جائے گا۔

تشریح:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "(کامل) مومن کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔" مومن تو ایک عام انسان کے بارے بھی جھوٹ نہیں بولتا تو وہ رسالتِ مآب ﷺ کی ذات کی طرف کسی غلط بات کی نسبت کیسے کر سکتا ہے۔ جب کوئی آپ ﷺ کی طرف کوئی بات منسوب کرے گا تو سننے والا اسے دین سمجھے گا جس کا سارا گناہ اسی جھوٹے پر ہو گا۔

---

۴۷) السلسلۃ الصحیحۃ، رقم الحدیث: ۲۴۴۴

چہروں کے عیب مت نکالو

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: لَا تُقَبِّحُوا الْوُجُوہَ۔ (۴۸)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چہروں کے عیب مت نکالو۔

تشریح:

رب العزت نے قرآن پاک میں فرمایا۔

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ﴾ (۴۹)

بیشک یقیناً ہم نے آدمی کو سب سے اچھی صورت میں پیدا کیا۔

ساری کائنات کو اللہ رب العزت ہی نے تخلیق فرمایا اور اس میں انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔

حدیث پاک میں ہے اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت میں پیدا فرمایا اور ہم سب بنی آدم ہیں۔ اللہ رب العزت نے انسان کے چہرے میں ہر حواس کو ودیعت فرمادیا۔ دیکھنا، سننا، سونگھنا، چکھنا، سوچنا سب اوصاف چہرے میں رکھ دیے گئے اور اسی چہرے کو حالتِ سجدہ میں زمین پر رکھ دینے کا حکم ارشاد فرمایا تا کہ خدا کی تعظیم کے ساتھ ساتھ خود کی عاجزی ظاہر ہو۔

---

۴۸) المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث: ۳۲۸۲

۴۹) التین، ۹۵: ۴

حکایت:

علامہ قرطبی نے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ عیسیٰ بن موسیٰ ہاشمی کی اپنی بیوی کے ساتھ شدید محبت تھی۔ ایک دن اس نے اس سے کہا "انت طالق ثلاثا ان لم تکونی احسن من القمر" اگر تو چاند سے زیادہ خوبصورت نہ ہو تو تجھے تین طلاقیں۔ بیوی نے جب اپنے خاوند کی بات سنی تو اٹھ کر پردے میں چلی گئی اور کہا کہ آپ نے مجھے طلاق دے دی ہے، اب ہمارا ازدواجی تعلق منقطع ہو گیا ہے۔ عیسیٰ نے بڑی مشکل سے رات بسر کی، صبح سویرے خلیفہ منصور کے پاس پہنچا۔ اسے اس واقعہ کی اطلاع دی اور بڑی گھبراہٹ اور ندامت کا اظہار کیا۔ خلیفہ نے فقہاء کو اپنے دربار میں بلایا اور ان سے فتویٰ پوچھا۔ سب نے کہا کہ طلاق واقع ہو گئی ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں سے ایک صاحب خاموش بیٹھے رہے۔ منصور نے پوچھا آپ کیوں چپ ہیں، کیوں کوئی بات نہیں کرتے۔ انھوں نے سورۃ التین کی ابتدائی پانچ آیات پڑھیں۔ اور کہا اے امیر المومنین اس ارشادِ الٰہی کے مطابق انسان سب چیزوں سے حسین ہے۔ منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ سے کہا کہ اس شخص نے جو کچھ کہا ہے، درست کہا ہے تم اپنی بیوی کے ساتھ رہ سکتے ہو، اور اس کی بیوی کو بھی کہلا بھیجا کہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔

قزع کی مذمت

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الْقَزَعِ۔[(۵۰)]

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قزع سے منع فرمایا۔

تشریح:

واضح رہے کہ سر کے کچھ بال کاٹنا اور کچھ چھوڑ دینا منع ہے، اسے حدیث میں ''قزع'' سے تعبیر کر کے اس کی ممانعت کی گئی ہے، اور ''قزع'' کی مختلف صورتیں ہیں، حاصل ان کا یہی ہے کہ سر کے بال کہیں سے کاٹے جائیں اور کہیں سے چھوڑ دیے جائیں، اس طرح کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

مسئلہ:

سر کے بالوں کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ یا تو سر کے پورے بال رکھے جائیں یا پورے کاٹے جائیں۔

البتہ بالوں کی تحدید کے لیے گدی سے بال کاٹے جائیں یا حلق کیا جائے تو یہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہے، اسی طرح کان کے اطراف کے بال جو کان پر لگ رہے ہوں، انہیں برابر کرنے کے لیے اطراف سے معمولی بال کاٹ لینا جیسا کہ عام طور پر اس کا معمول ہے کہ سر کے بالوں کو متعین کرنے اور اس کو دوسرے سے جدا کرنے کے لیے کان کے اوپر بلیڈ لگاتے ہیں تو اس کی گنجائش ہے۔ تاہم یہ خیال رہے کہ زیادہ اوپر سے بلیڈ نہ لگایا جائے ورنہ

---

۵۰) مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۴۹۷۳

"قزع" میں داخل ہوگا، حاصل یہ ہے کہ سر کے اطراف کے بال اگر اس طرح کاٹے جائیں کہ ان کی وجہ سے سر کے اس حصہ کے بال کم اور باقی سر کے بال بڑے ہوں تو یہ درست نہیں ہے، اور اگر سر کے تمام بالوں برابر ہوں اور اطراف سے تحدید کے لیے انہیں برابر کیا جائے تو یہ جائز ہے۔

مجلس کے آداب

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ نَهَى أَنْ يُقَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسِهِ وَيَجْلِسَ فِيهِ آخَرُ، وَلَكِنْ تَفَسَّحُوا وَتَوَسَّعُوا، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَكْرَهُ أَنْ يَقُومَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسِهِ، ثُمَّ يَجْلِسَ مَكَانَهُ۔ (۵۱)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تھا کہ کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھایا جائے تا کہ دوسرا اس کی جگہ پر بیٹھے، البتہ (آنے والے کو مجلس میں) جگہ دے دیا کرو اور فراخی کر دیا کرو اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص مجلس میں سے کسی کو اٹھا کر خود اس کی جگہ بیٹھ جائے۔

تشریح:

احادیث مبارکہ میں مجلس کے بہت سے آداب بیان کیے گئے ہیں۔ سب سے پہلا بیان فرمایا: جب مجلس میں جائیں تو سلام کریں اور جب مجلس سے اٹھیں تو بھی سلام کریں۔ آتا ہوا کسی کو دیکھیں تو اس کے کہے بغیر خود ہی جگہ، حلقہ وسیع کر لیں۔ اگر کوئی شخص کسی حاجت

---

۵۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۶۲۷۰

کے لیے اٹھ کر گیا ہے اور معلوم ہے کہ واپس آجائے گا تو اس کی جگہ پر نہ بیٹھا جائے۔ اور اگر معلوم ہو کہ واپس نہیں آئے گا تو اس کی جگہ پر بیٹھنا جائز ہے۔

لغو اور بیہودہ گفتگو سے گریز کیا جائے۔ اور جب مجلس ختم ہو تو آخر میں تین مرتبہ ذیل کی دعاء پڑھی جائے۔

''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ''

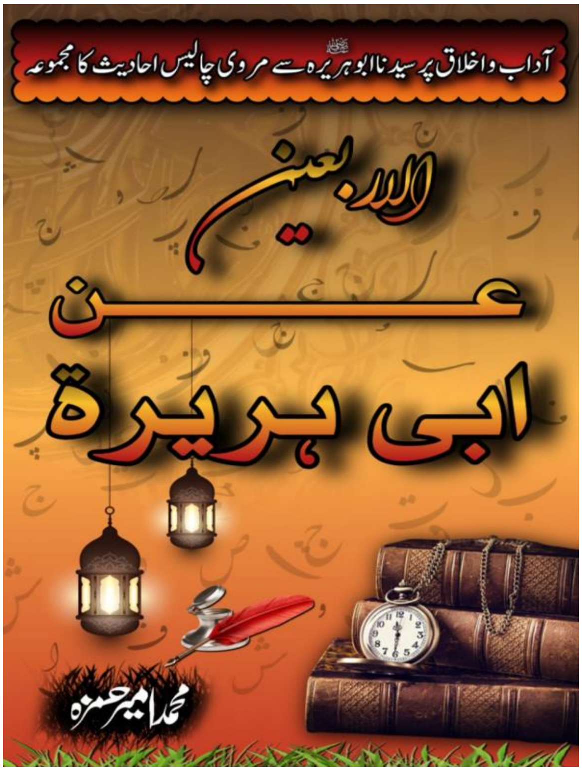
اے اللہ! تُو پاک ہے، تیری ہی تعریف ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں تجھ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔

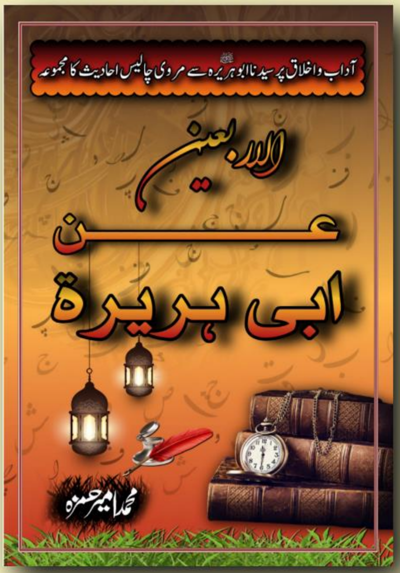
مصادر و مراجع

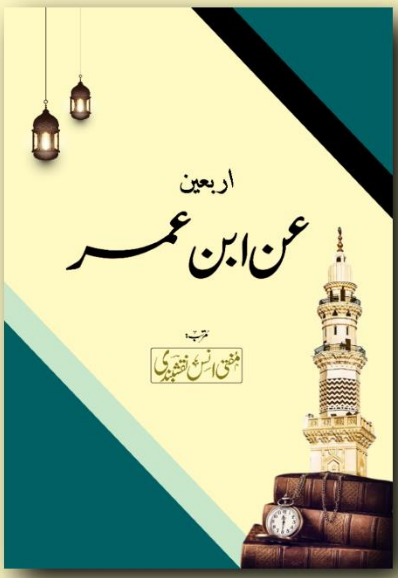
- امام احمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ، المسند۔
- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری۔
- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد۔
- امام ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم۔
- امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ۔
- امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد۔
- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ، سنن ترمذی۔
- امام علی بن عمر دار قطنی، متوفی ۲۸۵ھ، سنن دار قطنی۔
- امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی۔
- محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ بن معبد التمیمی، متوفیٰ ۹۶۵ء، صحیح ابن حبان۔
- الشیخ محمد ناصر الدین البانی، متوفیٰ ۱۹۹۹ء، السلسلۃ الصحیحہ۔

الاربعین عن ابی ہریرہ

(کتاب حاصل کرنے کے لیے اوپر لنک پر کلک کریں!)




آداب واخلاق پر سیدنا ابو ہریرہ سے مروی چالیس احادیث کا مجموعہ
الاربعین
عن
ابی ہریرۃ
محمد امیر حمزہ


اربعین
عن ابن عمر
مرتب:
مفتی انس نقشبندی